'قانون توہین رسالت کے غلط استعمال پر نظر ثانی'

مفتی محمد خان قادری

سینٹ کی قائمہ کمیٹی کے لئے جملہ مسالک کے علمائے کرام کی مشترکہ سفارشات

روزنامہ 'جنگ' کی اشاعت مؤرخہ ۱۳ر جنوری ۲۰۱۷ء کی وساطت سے معلوم ہوا کہ سینٹ آف پاکستان کی 'قائمہ کمیٹی برائے انسانی حقوق' قانونِ توہین رسالت کے غلط استعمال کی روک تھام کے لیے چوبیس سالہ پرانی تجاویز پر غور وفکر کرنے لگی ہے۔ یہ بات خوش آئند ہے کہ اس قانون کے تحت جھوٹے مقدمات کی روک تھام کے لیے غور وفکر کیا جائے اور اگر ضروری سمجھا جائے تو ضوابطی قوانین (Procedural laws) میں تبدیلیاں بھی لائی جائیں لیکن اس سے قبل یہ جائزہ ضرور لیا جائے کہ جھوٹے مدعیان سے نمٹنے کے لیے مروّجہ قوانین میں پہلے سے ہی گنجائش موجود ہے۔

'ضوابطی قوانین' پر نظر ثانی

اس ضمن میں مقدمے کے مختلف مراحل پر اس کے جھوٹا ثابت ہونے پر تعزیراتِ پاکستان کی دفعات ۱۸۲، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۴، ۲۰۳ اور ۲۱۱ کے تحت جھوٹے مدعی کے خلاف مناسب اور مؤثر کاروائی کی جاسکتی ہے۔ آپ بھی ان دفعات کا اچھی طرح جائزہ لے لیں۔ یہ بات بھی قائمہ کمیٹی کے پیش نظر رہنی چاہیے کہ اس سے قبل تفتیش کے معیار کو بہتر بنانے کے لیے ضوابطی قوانین میں پہلے بھی ترمیم کی جاچکی ہے جس کی رو سے ۲۹۵ سی کے تحت درج ہونے والی ایف آئی آر کی تفتیش سپر ٹینڈنٹ پولیس سے کم سطح کا آفیسر نہیں کر سکتا۔ اس ترمیم کے مثبت اثرات عیاں ہیں کیونکہ دورانِ تفتیش ملزمان کی کثیر تعداد کو بے گناہ قرار دیا گیا ہے اور بالعموم انہی ملزموں کے چالان عدالت میں بھجوائے جاتے ہیں جنہوں نے فی الواقع یہ جرم کیا ہوتا ہے۔

مزید بہتری لانے کے لیے ہم یہ تجویز کرتے ہیں کہ توہین رسالت کے وقوعہ کے بعد جو بھی درخواست برائے اندراج مقدمہ متعلقہ تھانہ میں آئے تو ملزم کو پولیس بلا تردّد اپنی حفاظت میں لے لے لیکن ایف آئی آر کا اندراج نہ کرے اور معاملہ کی شرعی حیثیت کی جانچ کے لیے سرکاری سطح پر تمام مسالک کے جید علما پر مشتمل ایک مستقل بورڈ بنا دیا جائے۔ متعلقہ تھانیدار پابند ہو کہ وہ یہ معاملہ اس بورڈ تک ۴۸ گھنٹے کے اندر اندر پہنچا

دے۔ بورڈ سات یوم کے اندر اندر شرعی اعتبار سے معاملہ کا جائزہ لے کر اپنی رپورٹ واپس تھانے دار کو بھجوا دے۔ بورڈ اندراجِ مقدمہ کی سفارش کرے تو ملزم کے خلاف ایف آئی آر درج کرلی جائے ورنہ اسے باعزت طور پر چھوڑ دیا جائے۔ اس صورت میں جھوٹے مدعیان و گواہان کے خلاف تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۱۸۲ کے تحت کاروائی کی گنجائش پہلے ہی قانون میں موجود ہے۔ مجوزہ انتظام کو قانونی شکل دینے سے جھوٹے مقدمات پر قابو پانا یقینی اور سہل ہو سکتا ہے۔

'سزاے موت' پر نظر ثانی

آپ کے اخباری بیان میں یہ بھی لکھا ہے کہ سینیٹ پاکستان کی 'قائمہ کمیٹی برائے انسانی حقوق' اس تجویز پر بھی غور کرے گی کہ ۲۹۵ سی کے تحت سزا کو کم کر کے سزاے موت کی بجائے عمر قید میں تبدیل کر دیا جائے۔

ہماری گزارش ہے کہ اس پر غور و فکر مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر سعی لاحاصل ثابت ہو گا:

① ۱۹۹۱ء تک ۲۹۵ سی میں متبادل 'سزاے عمر قید' کے الفاظ موجود تھے۔ طویل قانونی جدوجہد کے بعد بالآخر وفاقی شرعی عدالت نے عمر قید کی متبادل سزا کو غیر اسلامی قرار دیدیا اور حکومتِ پاکستان کو حکم دیا گیا کہ وہ ۳۰/ اپریل ۱۹۹۱ء تک عمر قید کی سزا کو ۲۹۵ سی کے متن میں سے حذف کر دے۔ حکومت نے ابتداءً اس فیصلے کے خلاف شریعت اپیل نمبر ۵ کے تحت پٹیشن نمبر ۱ کی رو سے سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعت اپلیٹ بینچ میں اپیل دائر کر دی لیکن موجودہ وزیر اعظم میاں نواز شریف جو اس وقت بھی وزیر اعظم تھے اُنہوں نے یہ اپیل واپس لے لی۔

② اسی طرح دوسری اپیل وفاقی شرعی عدالت میں پٹیشن نمبر ۴۳/ ۱ آف ۱۹۹۳ کے تحت علامہ بشپ دانی ایل تسلیم نے دائر کی جس میں وفاقی شرعی عدالت کے مذکورہ بالا فیصلے کو اس بنیاد پر چیلنج کیا گیا کہ یہ فیصلہ اسلام کے احکام کے منافی ہے۔ چنانچہ اسے جسٹس ڈاکٹر فدا محمد کی سربراہی میں فل بینچ نے سنا اور ۸ جنوری ۱۹۹۴ء کو اس پٹیشن کو بھی خارج کرنے کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ علامہ بشپ دانی ایل تسلیم نے اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعت اپلیٹ بینچ میں ۱۹۹۴ء میں اپیل نمبر ۲ دائر کی جسے فل کورٹ نے عدم پیروی کی بنیاد پر مؤرخہ ۲۱/ اپریل ۲۰۰۹ء کو خارج کر دیا اور یوں یہ معاملہ ملک کی اعلیٰ ترین عدالت کے ذریعے طے پا گیا کہ پاکستان میں نافذ العمل قانون ۲۹۵ سی کے تحت کتاب و سنت کی روشنی میں توہین رسالت کی سزا صرف اور صرف موت ہو گی۔

③ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان فیصلوں کے بعد بھی تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ سی میں سے متبادل سزائے عمر قید کے الفاظ حذف نہ کیے گئے جس پر فیڈرل شریعت کورٹ میں پٹیشن نمبر ۰۸/۱/۲۰۰۷ء اور ۰۹/۱/۲۰۱۰ء دائر کی گئیں جن میں یہ موقف اختیار کیا گیا کہ وفاقی شرعی عدالت کے ۳۰/ اپریل ۱۹۹۱ء کے فیصلے کے بعد تعزیراتِ پاکستان کی ۲۹۵ سی کے متن سے متبادل سزاے عمر قید کے الفاظ حذف کرنے کے احکام جاری کیے جائیں۔ چنانچہ مؤرخہ ۴/ اکتوبر ۲۰۱۳ء کو وفاقی حکومت نے سیکرٹری لاء، جسٹس اینڈ ہیومین رائٹس کے ذریعے ایک رپورٹ عدالت میں جمع کروائی جس میں یہ واضح کیا گیا کہ اگست ۱۹۹۱ء میں سینیٹ میں ایک بل پیش کیا گیا تھا جس کے ذریعے ۲۹۵ سی تعزیراتِ پاکستان میں سے عمر قید کی سزا کے الفاظ حذف کرنے کی بات کی گئی تھی۔ سینیٹ نے یہ بل منظور کر لیا تھا اور پھر اسے قومی اسمبلی کی طرف بھیجا گیا تھا لیکن قومی اسمبلی نے اسے ۹۰ دن کے اندر منظور نہ کیا۔ اس کے باوجود آئین پاکستان کے آرٹیکل ۲۰۳ د کی دفعہ ۳ کے پیرا گراف (ط) کے تحت وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے پر ۲۹۵ سی سے سزائے عمر قید کے الفاظ حذف کرنے کی حد تک عمل درآمد ہو چکا ہے۔

عدالت نے اپیل کنندہ کے وکیل کو بھی سنا اور اس کے بعد سیکرٹری منسٹری آف لاء، جسٹس اور ہیومین رائٹس کو ہدایت جاری کی کہ وہ زیر بحث فیصلے پر عمل درآمد کو یقینی بنانے کے لیے ضروری اقدام کریں اور اس بات کو یقینی بنائیں کہ سزائے عمر قید کے الفاظ ۲۹۵ سی تعزیراتِ پاکستان کے متن سے حذف کر دیئے جائیں اور تمام ہائی کورٹس کے رجسٹرار حضرات کو ہدایت کی جائے کہ وہ اسے تمام جوڈیشنل آفیسرز تک پہنچا دیں۔ یہ فیصلہ ۴ دسمبر ۲۰۱۳ء کو سنایا گیا اور پی ایل ڈی ۲۰۱۴ء، شریعت کورٹ ۱۸ کے تحت والیم L.xvi کے صفحات ۱۸ تا ۲۳ پر درج ہے۔ قدرے تفصیل کے ساتھ اس قانون کی تاریخ قلم بند کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو واضح ہو جائے کہ ۲۹۵ سی میں سے متبادل سزائے عمر قید کے الفاظ حذف کروانے کے لیے کن کن مراحل سے گزرا گیا۔ اب اگر قائمہ کمیٹی برائے انسانی حقوق دوبارہ اسی سزا پر غور کرتی ہے جسے ملک کی اعلیٰ ترین عدالت اور خود سینٹ جیسے ادارے نے بھی مسترد کرتے ہوئے ۲۹۵ سی میں سے سزائے عمر قید کو حذف کرنے کا فیصلہ دیا ہوا ہے تو یہ نہ صرف سعی لاحاصل ہوگی بلکہ یہ ایک طرح سے ہمارے ہاں ہونے والی قانون سازی کے عمل کا مذاق اُڑانے کے مترادف بھی ہوگا۔

④ توہین رسالت کی شرعی سزا صرف اور صرف موت ہے، اس پر قرآن حکیم کی درجنوں نصوص، احادیث مبارکہ اور خود حضور ﷺ کے متعدد فیصلے شاہد ہیں جن کا احاطہ تفصیل کے ساتھ وفاقی شرعی عدالت نے

اپنے ۱۹۹۱ء کے فیصلے میں کر دیا ہے۔ اسی سزا پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا تعامل رہا اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ نے اسے اختیار کیا، بلکہ اہل علم نے اسی پر اُمت کا اجماع نقل کیا ہے۔

⑤ یہ نازک اور حساس معاملہ ہے جس کا براہ راست تعلق اُمت کے جذبات کے ساتھ ہے۔ ماضی میں اس قانون کو ختم کرانے کے حوالے سے جو بھی کوششیں کی گئیں وہ کامیاب تو نہ ہو سکیں لیکن ملک میں امن وامان ختم کرنے اور فساد پھیلانے کا سبب ضرور بنیں۔

اندریں حالات ملی مجلس شرعی کے علما آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ Substantive law یعنی ۲۹۵ سی میں کسی قسم کی ترمیم خصوصاً اس کی سزا کم تر کرنا شرعی، قانونی اور آئینی طور پر ایک درست اقدام نہیں ہے بلکہ اندیشہ ہے کہ اس سے ملک کا امن وامان ایک دفعہ پھر خراب ہو جائے گا۔ ویسے بھی جھوٹے مقدموں کا خاتمہ Procedural laws یعنی ضوابطی قوانین میں بہتری لانے سے تو ہو سکتا ہے لیکن سزا کی کمی بیشی سے نہیں اور نہ ہی جھوٹے مقدمات کا تعلق سزا کی مقدار اور Substantive law سے بنتا ہے۔

اُمید ہے کہ آپ علمائے کرام کی ان گزارشات کا بغور جائزہ لیں گے اور یہ صدا بہ صحرا ثابت نہیں ہوں گی۔ اگر اس مسئلہ میں قائمہ کمیٹی برائے انسانی حقوق کو مجلس کے علمائے کرام کی معاونت درکار ہو تو ہمیں یہ خدمت سرانجام دے کر خوشی ہو گی۔

مفتی محمد خان قادری (صدر ملی مجلس شرعی پاکستان) و دیگر علما اراکین مجلس

بخدمت محترم سینیٹر فرحت اللہ بابر صاحب، سینٹ پاکستان، اسلام آباد

<u>کاپی برائے اطلاع:</u> چیئرمین سینیٹ و دیگر

اراکین قائمہ کمیٹی برائے ہیومین رائٹس

پاکستان شریعت کونسل کے اجلاس میں علمائے کرام اور مولانا زاہد الراشدی کا اظہارِ خیال

"توہین رسالت سنگین ترین جرم ہے مگر کسی پر توہین رسالت کا الزام لگا کر اور تحقیق کے بغیر کارروائی کرنا بھی اسی طرح سنگین ترین جرم ہے۔ مردان واقعے کی ذمہ داری حکومتی طرزِ عمل اور یونیورسٹی انتظامیہ کی لاپرواہی پر عائد ہوتی ہے۔ سپریم کورٹ کا از خود نوٹس بروقت ہے۔ حقائق جلد از جلد منظر عام پر لائے جائیں۔ حکومت توہین رسالت قانون پر عمل درآمد یقینی بنائے اور ایسے واقعات کی روک تھام کے لئے مزید قانون سازی کرے۔ علمائے کرام اور دینی اداروں کے کردار کو محدود کیا جائے گا تو پھر اس کے یہی نتائج نکلیں گے۔ علمائے کرام لوگوں میں شعور اُجاگر کرنے کیساتھ ساتھ قوم کی صحیح سمت رہنمائی بھی کریں۔